© rasailojaraid.com

اس دیوان میں درج ذیل موضوعات پائے جاتے ہیں۔

(۱) اس میں بے پناہ جذبہ محبت و احساس الفت ہے۔ جیسا کہ "الجندول" اور "القمر العاشق" میں ہم نے دیکھا، ان کے علاوہ بیشتر قصائد میں بھی یہ چیز ملے گی۔

(۲) وہ کبھی زندگی کی آسائشوں میں گم اور کبھی بیزار نظر آتا ہے۔

ولقد قالوا: شذوذ مغرب | واباحية لاه لا ينيق
آه لو يدرون ما يضطرب | بين جنبيك من الحزن العميق (۱)

(۳) اس کے یہاں فطرت سے متعلق بہت سے اشعار ملتے ہیں۔ فطرت کے عجائبات کی طرف اس نے خصوصی توجہ دی۔ اسے موسم گرما سے بڑا عشق ہے۔ وہ "مصرع الربان" میں کہتا ہے۔

يا عاشق البحر حدث من مفاتنه | كم في لياليه للعاشق اسمار
ماليلة للصيف فيه ما روايتها | فالصيف خمر والحان واشعار
اذا النسائم من افاتيه انحدرت | وضوات من كوى الظلماء انوار (۲)

(۴) اس دیوان میں معاشرے اور انسانیت سے بھی بحث کی۔ جیسا کہ ہم نے قصیدہ "الوسیقیۃ العمیاء" میں دیکھا۔

(۵) اس نے فطرت کے حسین مناظر اور عورتوں کے خصائص پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے فن کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ اکثر ان موضوعات پر اظہار خیال کرتے ہوئے شاعر فن شاعری کو بھول جاتا ہے۔ اس طرح شعریت برقرار نہیں رہ پاتی۔ ان موضوعات میں بھی اس کے یہاں شعریت موجود ہے۔ جیسا کہ وہ قصیدہ "بی" میں کہتا ہے۔

لقد دنس الجسد العارى | حياة حرصت على طهرها
بكى الفن فيك على شاعر | تسائله الروح عن ثارها
نزلت بها وهدة كم خبا | شعاع وغيب في قبرها (۳)

---

(۱) علی محمود طٰہٰ شعر و دراسۃ ص: ۳۴۶

(۲) ایضاً ص: ۲۴۴

(۳) علی محمود طٰہٰ شعر و دراسۃ ص: ۳۱۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس دیوان [illegible] کہیں کہیں پڑھنے سے مایوسی کا احساس ہوتا ہے لیکن اس کی تعیش پسندی اسے پس پشت ڈال [illegible] ہے

تسامعت عن لغة الكابين وردعة كل قصيد خطر

سري شاعر فى زهيا الحياة دعته مباهجها فاعتسد

اكب على كاسه و انتحى صدى الليل فى اللحظات الآخر

دنا حيث ترقب احلامه خيالك فى الموعد المنتظر (۱)

(۳) "ارواح و اشباح" کے نام سے ایک قصیدہ ۱۹۴۲ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ قصیدہ زیادہ تر ان شخصیات پر مبنی ہے جو یونانی داستانوں میں مذکور ہیں اس میں تقریباً ۴۰۰ سو اشعار ہیں۔ پہلی بار ۱۹۴۲ء میں اور دوبارہ ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ اس پر استاذ توفیق السلرادسے ایک شاندار مقدمہ لکھا۔ یہ قصیدہ عظیم شاعری کا ایک نمونہ ہے۔ کیونکہ یہ یونانی روایات اور تورات کے قصوں پر مشتمل ہے۔ پہلی اشاعت کے موقع پر مولف نے ان شخصیات کا تعارف بھی کرایا۔ اس نے ایک لمبا قصیدہ "سا فو" سے متعلق کہا، اور "تا ئیس" کے متعلق بتایا کہ اس کا دل محبت سے دھڑکتا رہتا ہے اور "بلیتیس" لوگوں سے محبت کرتا ہے اور "ہرمیس" فصاحت و تجارت کا خدا ہے۔ اس نے ان واقعات کو صحیح طریقہ سے منظوم نہیں کیا۔ (۲)

اس دیوان میں ایک کہنہ مشق شاعر کی حیثیت سے سامنے آیا۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسے عورت اور مناظر فطرت سے غیر معمولی لگاؤ ہے۔ اس نے عورتوں اور مردوں کو بھی موضوع بحث بنایا۔ عورت کی عظمت پر روشنی ڈالی اس سے محبت کیا اسے قوت واقعہ قرار دیا۔ اس کا خیال ہے کہ کہ ایک عورت مرد کی توجہ کا مرکز بننا پسند کرتی ہے۔

یہ دیوان درج ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے۔

(۱) علی محمود طہٰ کو اپنے فن پر ناز ہے۔ اس کا خیال ہے کہ شاعر کے ساتھ خدا کا ایلچی "ہرمیس" ہوتا ہے انھیں تمام چیزوں پر قصیدہ "قلبی" میں اظہار خیال کیا ہے۔ جو "الملاح التائہ" میں ہے

---

(۱) لیالی الملاح التائہ ص ۸۱ بحوالہ علی محمود طہٰ حیاتہ و شعرہ ص ۱۰۹۔

(۲) اعلام النثر فی العصر العربی الحدیث ۳/۱۱۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثم هدوء جميل لا كما ب   بين الرياح جناحي ملك
وذاك وهو حين يسري به   سرى النور في سبحات الفلك (۱)

(۳) قصیدہ "المیۃ الثالثہ" پورا کا پورا مرد و عورت پر مبنی ہے۔ اس کا فن پر بڑا گہرا اثر ہے۔ اس میں وہی چیز ملتی ہیں جو قصیدہ "ہی" میں یہ قصیدہ "لیالی الملاح التائہ" میں ہے۔

عجبت من امل العابر   ومن ذلك الشبح الطائر
الا علينا فما سلهما   ولا صافح الناظر الناظر (۲)

(۳) عورت کو جہاں اس نے قوت دافعہ قرار دیا، وہیں اس نے اس سے بے پناہ محبت بھی کی۔ اس نے عورت کو اپنی شاعری اور اپنی ذات کا منبع تصور کیا ہر آن اس کی محبت اور رضا کا طلبگار رہے وہ یلنے ہمیشہ عورت سے محبت کی ہے۔ قصیدہ "حوا" میں گویا ہے۔

أ البعض حواء وهي التي   عرفت الحنان بها والرضى
فباع بها آدم خلده   ولولم تكن لتمنى القضاء
ورثت هواها فرحت الحياة   وخبب الى العالم المبغضا (۳)

(۴) ایک عورت مرد کے باب میں کیا احساسات رکھتی ہے اور وہ اس کے کن صفات کو پسند کرتی ہے، اس کے متعلق علی محمود طٰہٰ کا خیال ہے کہ عورت ایک حسین و جمیل مرد کو چاہتی ہے اور اس کے حسن و جمال کی پرستش کرتی ہے۔ عورت ہی کے الفاظ میں قصیدہ "الرجل" میں کہتا ہے۔

تصورته من احاديثه   فتى وسامته يؤثر (۴)

(۴) "اغنیۃ الریاح الاربع" ۱۹۴۳ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ ان فرعونی گانوں پر مشتمل ہے جن پر "دریتون" نے ۱۹۴۲ء میں روشنی ڈالی۔ اس نے تو انہیں فرانسیسی زبان میں قلم بند کیا تھا لیکن علی محمود طٰہٰ

---

(۱) ارواح وشباح ص ۴۴ بحوالہ علی محمود طٰہٰ حیاتہ وشعرہ ص ۱۱۰
(۲) ایضاً ص ۴۴ بحوالہ ایضاً ص ۱۱۳
(۳) علی محمود طٰہٰ حیاتہ وشعرہ ص ۱۰۰
(۴) علی محمود طٰہٰ حیاتہ وشعرہ ص ۱۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اپنی کوششوں سے انہیں عربی شاعری کا جامہ پہنا دیا۔ ان میں بے پناہ موسیقی ہے۔ اور انہیں ومزیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ ان میں مختلف لوگوں کی شخصیات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ انہیں مکمل ڈرامائی صورت نہیں دے سکا۔ کیونکہ وہ ایک غنائی شاعر ہے ڈرامائی شاعر نہیں۔ کثرت غنا کے سبب اس کے اشعار تمثیل نگاری کے لئے موصوف نہیں ہو سکتے۔ (۱)

(۵) "زہر و خمر"۔ یہ دیوان ۱۹۴۳ء میں منظر عام پر آیا۔ اپنی زندگی کے واقعات کو اس میں قلمبند کیا ہے۔ اور اپنی رنگ رلیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس میں "کیلو باترا" ایک شاندار قصیدہ ہے جن میں الفاظ کی شان و شوکت تو ضرور ہے لیکن فکر و گہرائی سے خالی ہے ٹھیک یہی حال "کیلو باترا" کا بھی ہے۔ جس میں کوئی عمق نہیں۔ البتہ جب کوئی موسیقار اسے گاتا ہے تو سامعین وجد میں آجاتے ہیں(۲) "حانۃ الشعراء" بھی اس میں ایک اہم قصیدہ ہے جس کے چند اشعار پیش کئے جا رہے ہیں۔

فی حانۃ شتی عجائبہا   معروشۃ بالزھر والقصب

فی ظلہ باتت تداعبہا   انفاس لیل مقمر السحب

وزھت بمصباح جوانبہا   صافی الزجاجۃ راقص اللھب (۳)

قصیدہ "قادۃ الی قادۃ" بھی ایک اہم قصیدہ ہے اس میں اس نے اندلس سے فاتح طارق بن زیاد کی عظیم کامیابی اور اس کی فاتحانہ جدوجہد کی عکاسی کی ہے۔ (۴)

اس دیوان میں کوئی جدید چیز نہیں ملتی۔ اس میں اس نے اپنے عیش و آرام کو بیان کیا۔ اس میں آزادئ نسواں کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ یہ چیز اس کے "حانۃ الشعراء" میں ملے گی۔ یہ قصیدہ اس نے جرمنی شاعر "ہنریخ ہاینی" کے طرز پر کہا۔ (۵)   (بقیہ آئندہ)

---

(۱) الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۱۶۷

(۲) الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۱۶۶

(۳) علی محمود طٰہٰ شعر و دراسہ ص ۱۰

(۴) الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۱۶۶

(۵) ایضاً ص ۱۶۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہدِ مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

(۱۵۸۰ء تا ۱۶۲۷ء)

قسط ۸

ڈاکٹر محمد عمر شعبۂ تاریخ ، مسلم یونیورسٹی ، علیگڑھ

کاٹھیاوار کے جنوبی مشرقی ساحل پر واقع مہوا نامی مقام کے آس پاس وہ خشکی کے قریب ے تو وہاں انھیں اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ یلا ایک جہاز راں کے وہ لوگ کھمبے کھاڑی میں داخل نہ ں ۔ اس تنبیہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ جہاز نے کر سورت کے لئے روانہ ہوئے اور ۱۷ ستمبر ۱۶۰۹ء ان کا جہاز ریتیلے ایک کنارے سے ٹکرا گیا۔ اس کا پتوار کھو گیا اور بڑی ایک تباہی سے بچنے کے یے اس جہاز پر لنگر ڈالدیا گیا ۔ دوسرے دن اس کا لنگر ٹوٹ گیا۔ مدوجذر نے پھر ایک بار انھیں م گہرے مقام تک ڈھکیل دیا۔ اس میں بری طرح سے سوراخ ہونے لگا۔ نتیجتاً ڈوبتا ہوا سمجھ کر نہوں نے اس جہاز کو چھوڑ دیا۔ ایک کشتی میں سوار ہوتے ہوئے جورڈین سمندر میں گر پڑا اور مرتے مرتے بچا۔ دو کر بڑی کشتیوں میں سارے ملاحوں کو بھر دیا گیا۔ کسی طرح وہ لوگ براعظم تک پہونچنے میں کامیاب ہوئے ۔ وہاں کے باشندوں نے شارپیگ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کیا۔ یہ سوچ کر کہ یہ تاپتی ندی تھی وہ لوگ غلطی سے امبیکا ندی میں گھس پڑے ۔ ندی کے اوپری حصے میں جانے کے لئے ان کی راہ نمائی کی گئی۔ وہ لوگ خیر و عافیت سے ڈوڈا وری قصبے تک پہونچ گئے ۔ وہاں کے صوبیدار نے بھی ان کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ دو دن آرام کرنے کے بعد انہیں سورت بھیجدیا گیا۔ شہر کے ایک گماشتے کی حیثیت سے ولیم فنچ ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے آیا۔

جورڈین نے سورت میں فنچ کے ساتھ تین ہفتے قیام کیا۔ جنوری ۱۶۱۱ء میں ہاکنس نے فنچ کو آگرہ بلالیا۔ شہر میں بقیہ تجارتی مال فروخت کرنے کے لئے جورڈین کو وہاں چھوڑ دیا گیا۔ آگرہ سے اپنے اعلیٰ افسر (ہاکنس) کے بلانے پر وہ (۱۵، دسمبر ۱۶۱۰ء کو) سورت سے مغلیہ دارالخلافہ کے لئے وہاں سے روانہ ہوا۔ فروری ۱۶۱۱ء کو وہ وہاں پہونچا اور ۵ ماہ تک اس نے آگرہ میں قیام کیا۔ شارپیگ دوسرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ انگریزوں کے ساتھ آگرہ سے احمد آباد کے راستے سے ہو کر وہ سورت کے لئے روانہ ہوا۔ دسمبر [illegible] کے بعد میں مقرب خاں نے انہیں یہ خبر سنائی کہ میڈلٹن کا بحری جہازی بیڑہ سورت [illegible] پہنچا تھا۔ اس سے ایک خط اور اس کے محافظ ایک فوجی دستہ ساتھ لے کر وہ خیر و عافیت اور بڑے آرام سے اس شہر میں پہنچے (ستمبر ۸، ۱۶۱۱ء)۔

حالانکہ وہ سورت پہونچ چکے تھے لیکن وہ لوگ جہازی بیڑے تک نہ پہونچ سکے کیونکہ پرتگالیوں نے اس ندی کے دہانے کو بند کر دیا تھا۔

ماہ اکتوبر کے وسط میں ایک دن صبح پرتگالیوں سے زبردستی ہتھیانے ہوئے جنگی ایک جہاز کے ساتھ سمندری کنارے پر ایک انگریزی فوجی جنرل کھڑا تھا، پیچھے کے ایک ریتیلے ٹیلے سے ایک پگڑی کے کپڑے کے ہلائے جانے کی طرف اس کی توجہ مبذول ہوئی۔ کنارے کے لئے ایک کشتی بھیجی گئی۔ جیسے جیسے وہ کشتی ساحل کے نزدیک پہونچ رہی تھی ملاحوں نے ملکی لباس میں ایک یورپی باشندے کو دیکھا جو اس مقام سے باہر نکل آیا تھا۔ جہاں وہ چھپا ہوا تھا اور ان سے ملنے کے لئے پانی میں چل رہا تھا وہ جورڈین تھا۔ مقامی ایک دلال کی مدد سے وہ پرتگالیوں کے پہرہ داروں کی گرفت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا، وہ ساحل پر پہنچا اور پیپر کورن نامی کشتی میں سوار کر کے اسے لایا گیا۔

میڈلٹن اور ڈاؤنٹن سے اس نے اپنے تمام تجربات بیان کئے اور انہیں ایک ایسے بندرگاہ کے بارے میں مطلع کیا جہاں جہاز صحیح و سالم ساحل تک جا سکتے تھے۔ یہ مشہور "سویلی ہول" نامی بندرگاہ تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جورڈین دوبارہ سورت آیا تھا۔ دربار سے ہاکنس کے روانہ ہونے کے بعد مقرب خاں نے اسے مطلع کیا کہ وہ اپنا سارا سامان باندھ لے اور کچھ دے دلا کر خلاصی حاصل کر لے۔ لہٰذا وہ اور اس کے ملازمین نے شہر چھوڑ دیا اور جنگی ایک جہاز میں سوار ہو گئے۔ (۶ فروری ۱۶۱۲ء)

بعد میں اس نے میڈلٹن کا ساتھ چھوڑ دیا اور ڈارلنگ نامی بحری جہاز میں مشرق کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہاں المناک حالات میں اس نے وفات پائی۔ ۲ جون کو وہ پٹنی نامی بندرگاہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکو ملا نے جزیرہ نما میں مغربی ساحل پر تجارتی بڑا ایک مقام تھا۔ جوں ہی وہ آگے جانے کے لئے روانہ ہوا ولندیزیوں نے اس پر اچانک حملہ کر دیا۔ ۱۷ر جولائی ۱۶۱۹ء میں بحری ایک جنگ وقوع پذیر ہوئی۔ دو گھنٹے مقابلہ کرنے کے بعد اسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ مقابلہ کرنا بے سود ہے عارضی صلح کے لئے ایک جھنڈا پھرایا گیا اور جورڈین ولندیزی جہاز میں سوار ہو کر صلح کے بارے میں گفت وشنید کے لئے گیا۔ جوں ہی اس نے جہاز کے پلیٹ فارم پر قدم رکھا، اور مجوزہ صلح کی شرطوں کے بارے میں بات چیت کر رہا تھا تو اس پر گولی کا وار کیا گیا۔ نتیجتاً اس زخم کی وجہ سے ایک گھنٹے کے بعد اس کی موت واقع ہو گئی۔ بہت سی بندوقیں داغ کر اور مذہبی رسوم کے ساتھ بھٹی میں اسے سپرد خاک کر دیا گیا۔

اس کے روزنامچے کا اصلی مسودہ دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ سلوین کا قلمی نسخہ جس سے یہ بیانات ماخوذ ہیں، معاصر ایک نسخہ ہے۔ بقیہ تحریر کے مقابلے اس کے ابتدائی چار صفحات کسی دوسرے خط سے لکھے ہوئے ہیں۔ فورسٹر کا خیال ہے کہ: "یہ بات بہت ممکن ہے کہ وہ نسخہ جو ہمارے پاس موجود ہے، یہ وہ نقل ہو جو اس کے لئے تیار کی گئی تھی جس زمانے میں (۱۶۱۷ء) وہ لندن میں تھا اور یہ کہ ایک دستاویز کی صورت میں وہ اسے وہاں چھوڑ آیا تھا اور ہند واپس آنے کے موقع پر اصلی مسودہ اپنے ساتھ لیتا آیا ہو۔ سر ہنس سلوین نے یہ مسودہ حاصل کر لیا ہو۔ اس وقت یہ نسخہ برٹش میوزیم کی تحویل میں ہے۔ چونکہ یہ نقل لاپرواہی سے تیار کی گئی تھی۔ اس لئے کثرت سے غلطیاں پائی جاتی ہیں بالخصوص مقامات کے ناموں میں۔

ہکلیوٹ سوسائٹی سیریز میں فورسٹر نے جورڈین کے تذکرہ کو مدون کیا ہے۔ ذیل مضمون میں مندرجہ تمام حوالے اس سے ماخوذ ہیں۔

تجارتی راستے

جورڈین نے دو تجارتی راستوں کا ذکر کیا ہے، ایک سورت سے برہانپور ہوتے ہو آگرہ تک، اور دوسرا احمد آباد سے ہوتا ہوا آگرہ سے کمبیات تک جاتا ہے۔

برہانپور سے ہوتا ہوا سورت سے آگرہ کا راستہ: سورت، کھماریہ، موٹا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ویرا، کورکا، نواگیں پور، ڈیتا بڈوبھ، نندربار، النگل، سنکیری، تلیز، چوپرہ، ادودی، بیولے ردر، بدرپور، برہانپور، اسیر، مگرگنگا، کرگنج، بیکل، اکبرپور، منڈو، کونے ہیر، دھول پور، اجین کنوسٹیا، سیترہ، پیپل گاؤں، سرہپور (سرنپور)، ککرہ، دلوت، براؤ، سکیرہ، سارنج (سرونج) کوبنارک سریا، سزدورا، کل باغ، گوالیار، چھپری، نروار، گولیکا، اوترو، منڈبار، دھولپور، جرو، آگرہ۔

اجمیر ہوتے ہوئے آگرہ سے کمبیات کا راستہ؛

آگرہ، کرولی، فتح پور سیکری، پرسابودہ، سکندرہ، ہنڈون، لُلسی، جمیتھ، چورسی، لدھیانہ (للدانا)، مُزبان، رستیل، اجمیر، کروی، مرتھا، برگی، ہنڈولہ، جودھپور، دتّارہ، ٹنڈک کنڈک، امبرنیہ، گلبرد، انگی بر، مرگی، بیروال، گنددی، کورگا، سرنذ، بونوپ، سرم پور، سرار پور سِمی، اسکولکپور، ہوگی پور، احمد آباد۔

(۲) وہ شہر جہاں وہ گیا

کرود، داتا اور ویرا؛

کرود ایک قصبہ تھا جہاں تقریباً دو سو راجپوت گھوڑ سواروں کا حفاظتی ایک دستہ تعینات تھا۔ پہاڑ کی ایک چوٹی پر یہاں ایک قلعہ تھا۔ اس کے چاروں طرف پانی بھرا ہوا تھا۔ ویرا "خوبصورت ایک قصبہ تھا" جس کے زیادہ تر باشندے مزدوری کا پیشہ کرتے تھے۔ یہاں بھی ایک قلعہ تھا۔ دتیا پر پرتاپ سنگھ کا قبضہ تھا۔ یہ قصبہ زرخیز علاقے میں واقع تھا۔ بڑی ایک مقدار میں یہاں بفتہ تیار کیا جاتا تھا اور دوسری ہر قسم کی دستکاری کے کام ہوتے تھے۔

بھدور، یاول اور بہادر پور؛

بھدور مستحکم ایک شہر تھا جس کے اردگرد ایک فصیل تھی۔ جوڈین کا بیان ہے کہ "یہاں عمدہ قسم کا کپڑا بنا جاتا تھا جیسے برمی، سری باف، یاول ایک ایسا مقام تھا جہاں ہر قسم کی چھینٹیں زم پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ر بند بنائے جاتے تھے۔ بہادر پور بڑا ایک شہر تھا جو گنجان آباد تھا۔ اس کی تجارتی چیزوں میں
ہی چھینٹیں اور دوسرے قسم کے کپڑے شامل تھے۔

برہانپور:

۶ ر جنوری ۱۶۱۶ء میں جورڈین برہانپور پہونچا۔ دکن پر حملہ کرنے کے لئے اس وقت وہاں
سواروں کی بڑی ایک فوج جمع تھی جس کی تعداد دو لاکھ تھی۔ قلعہ میں شہزادہ پرویز ٹھہرا ہوا
شہر کے آس پاس کے کھلے اور خوشگوار میدانوں میں فوج خیمہ زن تھی۔ اس نے لکھا ہے کہ
بڑی تعداد میں لوگوں کی یہاں آمد و رفت کی وجہ سے یہ شہر وبا سے خالی نہ تھا۔ مغل فوج کی
امتی کے بارے میں اس نے لکھا ہے کہ: "ہم پڑاؤ میں اس طرح سلامتی سے قیام پذیر تھے
یسے کہ ہم اپنے گھروں میں رہتے تھے۔ میں نے اس سے عمدہ نظم و نسق نہیں دیکھا تھا۔ جیسا کہ پڑاؤ میں
ما اور ہر قسم کی چیزیں بکثرت موجود تھیں"۔ برہانپور میں عمدہ پگڑیاں، سنہری اور ریشمی کمر بند
ھینٹیں، بیرامی اور سری باف وغیرہ کے کپڑے بنے جاتے تھے۔

اکبر پور:

دریا کے کنارے واقع خوبصورت ایک شہر تھا۔ یہ قصبہ ایسا تھا کہ وہاں حفاظتی دستے
تعینات تھے اور "پڑاؤ میں مقیم کوئی شخص گورنر کی اجازت کے بنا وہاں سے نہیں گذر سکتا تھا۔
اور شہزادہ پرویز کی اجازت کے بنا کوئی آگرہ نہیں جاسکتا تھا۔

منڈو:

یہ ویران اور برباد ایک شہر تھا۔ اس سیاح کے اندازے کے مطابق جنوب سے شمالی
دروازے تک اس کا طول چھ میل تھا اور لوگوں کے کہنے کے مطابق مشرق سے مغرب کی
سمت بیس کوس تھا یعنی ۲۵ میلوں کے برابر تھا۔ اس شہر کے چاروں طرف اینٹوں کی چاردیواری
تھی، وہاں اس نے دو مسجدیں بھی دیکھی تھیں۔ وہاں چار بادشاہ مدفون تھے۔ ان کی قبریں قیمتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدہ پتھروں کی بنی ہوئی تھیں جن میں انھیں دفن کیا گیا تھا۔ ان مسجدوں میں سے ایک مسجد کے ور پر شکوہ ایک مینار تھا جس میں چڑھنے کے لئے ستر سیڑھیاں تھیں۔ یہ مینار گول بنا ہوا تھا ں میں عجیب و غریب طرح کی بنی ہوئی بہت سی کھڑکیاں تھیں" یہ چھ منزلہ تھا اور ہر ایک منزلہ ں لوگوں کی رہائش کے لئے کمرے بنائے گئے تھے" سنگ مرمر کے قسم کے وہ مینارے ہرے پتھروں سے بنا ہوا تھا" شہر کی مشرقی سمت میں چراگاہیں اور سبزہ زار پھیلے ہوئے تھے۔ شہر نو میں پتھر سے بنی ہوئی بہت سی سرائیں تھیں، وہاں مسافر قیام کرتے تھے۔ شہر کے بیشتر باشندے ہندو تھے۔

سارنگ پور اور سرونج؛

سارنگ پور بڑا ایک شہر تھا، اس میں ایک قلعہ واقع تھا پارچہ بافی وہاں کی مخصوص صنعت تی۔ سرونج بھی بڑا ایک شہر تھا۔ وہاں کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک قلعہ تھا۔ تجارتی خاص شیا میں عمدہ چھینٹ اور سنہری ریشمی پٹکے (کمر بند) کا شمار ہوتا تھا۔ ان کی قیمت دو سو سے پانچ سو محمودی سکّے تک ہوتی تھی۔

گوالیار؛

گوالیار اچھا خاصا ایک شہر تھا، وہاں ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس قلعہ کے دروازے پر" عجیب غریب ساخت کا پتھر کا بنا ہوا ہاتھی کا ایک مجسمہ نصب تھا۔ قلعے کے اندر بادشاہ کا محل تھا س کی دیواریں ہرے اور نیلے پتھروں کی بنی ہوئی تھیں اور بہت سے میناروں پر سونے کے ملمع کاری کام تھا۔ حکومت کے غداروں کو وہاں مقید رکھا جاتا تھا۔ جنہیں وہاں ایک مرتبہ مقید کر دیا جاتا تھا انھیں وہاں سے باہر آنے کی بہت کم امید ہوتی تھی۔

آگرہ؛

دنیا کے سب سے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ دریا کے کنارے کنارے یہ شہر ۱۲ میل کی دوری تک آباد تھا۔ یہاں امیروں کی بہت سی شاندار عمارتیں اور بہت سی اچھی سرائیں تھیں۔

© rasailojaraid.com